علامہ فروغ احمد (مرحوم)

(وفات، ۷ انومبر/ ۲۰۰۰ء)

تحریر: لبنیٰ فروغ

بسم الله الرحمن الرحيم

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِىْ

سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ٥ (عبس ١٢. ١٦)

قرآن مجید نصیحت ہے سو جو کوئی چاہے اسے یاد رکھے یہ بلند مرتبہ' پاکیزہ اور معزز صحیفوں میں ہے۔ ان ایلچیوں کے ہاتھوں میں جو عزت والے اور نیکو کار ہیں۔

قرآن حکیم کو جو لوگ سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ وہی لوگ قرآن مجید کے اصل وارث ہیں۔ قرآن ان کے لئے اور وہ قرآن کے لئے ہیں۔ ان کے اوصاف و کمالات سے قرآن عظیم بھر آپڑا ہے۔ دنیا کی بابرکت اور نتیجہ خیز ترقیاں اور عقبیٰ کی جاودانی نعمتیں سب کی سب انہی کے لئے ہیں۔ یہی لوگ تمام کائنات سے افضل ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں آیا ہے کہ

أُولَٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ٥

ترجمہ: مومن اور نیکو کار لوگ ہی مخلوق میں بہترین ہیں۔ یہی لوگ معزز اور نیک ہیں۔

علامہ فروغ احمد (مرحوم) کا شمار بھی ایسے ہی عظیم لوگوں میں ہوتا ہے۔ جن کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے وہ قرآن حکیم کے لئے بنائے گئے ہیں۔

علامہ فروغ احمد کی شخصیت کو قرآن حکیم سے الگ کرنا ممکن نہ تھا۔ وہ قرآن ہی کے متعلق سوچتے اور بولتے تھے۔ ان کا اوڑھنا ان کا بچھونا قرآن حکیم سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا تھا وہ اکثر فرمایا کرتے

تھے کہ

اِنَّ صَلاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۙ

آپ ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔آپ کی ذات میں بہت سے عناصر جمع ہو گئے تھے۔ غالب، اقبال، رومی، حافظ شیرازی، نٹشے، برنارڈ شاہ، افلاطون اور ابوالکلام آزاد جیسے تمام اعلیٰ پائے کے شاعروں، فلاسفروں اور مفسروں کی فکروفن سے پوری طرح آگاہ تھے۔ عربی، فارسی اور اردو پر مکمل دسترس حاصل تھی۔علوم اسلامیہ کی بنیاد آپ کو وراثت میں ملی۔آپ نے بچپن ہی میں اپنے والدِ محترم سے تمام علوم میں مہارت حاصل کرلی۔

آپ نے جس وقت ہوش سنبھالا، اس وقت ہندوستان میں تاریخ ایک عظیم انقلاب کو جنم دینے کی تیاریوں میں مصروف تھی۔

فکر قرآنی کی ترویج میں مصر میں مفتی محمد عبدہ اور علامہ رشید رضا مصری جیسے فضلاء کی تحریکوں، الھلال اور البلاغ کی شکل میں نمودار ہونے والی علمی فضا اور انداز فکر نے علامہ فروغ احمد کے دل ودماغ کو ایک نئی فکر دی اور آپ کی زندگی میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔

اپنی منتشر سوچ اور تسکین ذوق کے لئے آپ نے کسی راہنما کی تلاش شروع کر دی، لیکن آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔آخر کار انہوں نے خود ہی قرآن حکیم کا مطالعہ شروع کر دیا۔ قرآن مجید کا جائزہ مختلف جہتوں سے لیا۔اس کی فصاحت وبلاغت وتاثیر اور حکمت وارشاد کو جاننے کی کوشش کی اور خاص نہج (قرآنی عربی) پر کام شروع کر دیا۔

آپ تقلید پسند نہیں تھے۔ قرآنی تفسیر کے سلسلہ میں علامہ اقبالؒ کی اس انقلابی تجویز سے پوری طرح متفق تھے، جس کا ذکر ڈاکٹر علامہ اقبال نے اپنے ایک مکتوب میں کیا تھا۔۔۔۔۔۔وہ یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔"جدید تعلیم یافتہ حضرات میں سائنس، فلسفہ، طب، نفسیات اور معاشیات غرضیکہ تمام مروجہ علوم کے ایک ایک ماہر شخص کا انتخاب کیا جائے اور ان کو اجتماعی طور پر عربی زبان کی تعلیم دی جائے۔ قرآنی علوم اور ان کے مختلف مدارج سے ان کو متعارف کروانے کے بعد قرآن حکیم کی تفسیر اور توضیح ان کے سپرد کی جائے۔ان کی یہ فکروکاوش صرف معینہ مدت مثلاً پچاس سال کے لئے کافی ہوگی۔ پچاس سال پورے ہوتے ہی اسی نہج پر ایک جماعت کی تشکیل کی جائے۔ اسی طریقے سے فہم قرآن کا ایک مسلسل عمل شروع ہو سکتا ہے۔

آپ قرآن حکیم کی تفسیر تفہیم اور تسہیل کے سلسلے میں تمام علماء کا بلا امتیاز مطالعہ کرتے تھے اور ان کی تحقیق و فیوض سے متمتع ہوتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں علامہ موصوف نے کبھی کسی فرقہ وارانہ سوچ کو اپنے فکر و عمل میں داخل نہیں ہونے دیا بلکہ علم کو ان کی بزرگی سمجھا۔

عورت کی جائز آزادی کے حق میں تھے۔ عورت کو ہمیشہ مجاہدہ کے روپ میں دیکھنا پسند کرتے تھے۔ مغلیہ شہزادی شرف النساء کے کردار کو بہت زیادہ سراہتے تھے جو اپنے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قران رکھتی تھی۔ جیسا کہ اقبال نے فرمایا۔

در کمر تیغ دو رو قرآن بدست
تن بدن ہوش و حواس اللہ مست

اپنی شاگردوں کو علامہ اقبال کا یہ شعر اکثر سنایا کرتے تھے۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ''اے مسلمان عورت! اگر تو قوم کی تقدیر بدلنا چاہتی ہے تو قرآن پڑھ جس طرح ایک عورت کے قرآن پڑھنے سے حضرت عمر فاروقؓ کی زندگی بدل گئی تھی۔''

اسی طرح مصر کی مشہور فاضلہ عائشہ عبدالرحمٰن بنت شاطی جس نے قرآن مجید کی تفسیر بیانی پر محققانہ انداز میں کام کیا ہے اور مختلف طالب علموں کو قرآن کے موضوعات پر مقالاجات بھی لکھوائے جس پر انہوں نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ علامہ موصوف عائشہ بنت شاطی کی علمی اور قرآنی تحقیقات کے بہت معترف تھے۔

علامہ فروغ احمد کی تحقیق کا محور و مرکز مفردات القرآنیہ تھا۔ آپ کا موقف یہ تھا کہ ''قرآن حکیم اپنے الفاظ و کلمات، مفردات، مرکبات، فقرات، زبان و بیان، انداز تخاطب، ترتیب و تدوین، نظام لفظ و معنی، قواعد صرف و نحو، اسالیب، فصاحت و بلاغت، حکمت اور ارشاد میں دنیا کی ہر کتاب سے جدا، ہر تحریر سے منفرد، ہر علمی و ادبی شاہکار سے بلند اور ہر نظم و نثر سے بالاتر ہے۔ یہ تخلیق ربانی کا بے مثال اور نادر شاہکار ہے۔ انسان کے لسانی، بیانی، علمی، ادبی، تحقیقی، شعری اور نثری مجموعوں سے اس کا انداز بالکل مختلف ہے۔

مثلاً، جس طرح انسان کے بنائے ہوئے کاغذی پھولوں کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ گلاب 'رنگ و بو میں ممتاز' اندرونی لطافتوں اور قوتوں میں بے مثل' دماغ کے لئے تراوت اور نظر کو فرحت بخشنے میں بالکل الگ تھلگ ہے اسی طرح قرآن حکیم اپنی خارجی و باطنی عناصر کے لحاظ سے انسان کی بنائی ہوئی ہر کتاب سے جداگانہ صورت و معنی

کا حامل ہے۔ اور اس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک نقطہ اپنی نوعیت، کیفیت، ہیت وسعت مفہوم میں انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ تخلیق سے اس قدر بلند وبالا ہے جس طرح زمین سے آسماں۔

قرآن حکیم کی عربی جسے (عربی مبین) کہا گیا ہے۔ لفظی و معنوی اعتبار، لسانی وبیانی کیفیات، نظم وربط، معجزانہ فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے منفرد اور ایک آفاقی مرقع ہے۔ اس کا مزاج تمام دنیا کی زبانوں سے نرالا ہے بلکہ عام عربی زبان سے بھی مطابقت نہیں رکھتا۔ قرآن حکیم کے استعمال کردہ الفاظ تمام کلام عرب کا لب لباب اور اس کا نچوڑ ہیں۔ اور فقہاء کے احکام اور حکماء کی حکمتوں کے بیان کا دارومدار انہی پر ہے۔ لسان وبیان کے ماہرین شعراء وفصحاء کے پاس اپنی نظم ونثر میں حقیقی چمک دمک اور رعنائی پیدا کرنے کے لئے ان کلمات کا سہارا لیے بغیر چارہ نہیں۔ قرآن حکیم کے استعمال کردہ مادوں اور مشتقات کے مقابلہ میں عربی زبان کی حیثیت ایسی ہے جیسے گندم کے مقابلہ میں بھس یا کھجور کے مقابلہ میں اسکی گٹھلی۔

مفرادت القرآن کی بیان کردہ اہمیت کے پیش نظر علامہ موصوف نے کلمات قرآن کی تقسیم کچھ یوں کی ہے۔

۱) مادہ :۔ قرآن حکیم میں کم وبیش سولہ سو الفاظ بطور مادہ (مصدر) استعمال ہوئے ہیں جو عربی زبان کے پانچ کروڑ الفاظ کا خلاصہ اور بنیاد ہیں۔ ان میں سے بارہ سو مصادر ایسے ہیں جو ہماری روزمرہ زندگی میں اکثر بولے جاتے ہیں۔ صرف چار سو الفاظ اردو میں متعارف نہیں ہیں۔ آپ نے انہیں مختلف صرفی نحوی اور اشتقاقی صورتوں میں چالیس طبقات میں تقسیم کر دیا۔

۲) لفظ شماری :۔ قرآن حکیم میں قلیل الاستعمال الفاظ اور کثیر الاستعمال اور اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ وکلمات کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر علامہ مرحوم نے اس پر بھی جامع اور تفصیلی انداز سے کام کیا۔

۳) متجانسہ الفاظ :۔ یعنی قرآن حکیم میں استعمال ہونے والے ایسے الفاظ جو بظاہر ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں لیکن حرکت اور اعراب کی تبدیلی سے لفظ کا مفہوم تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسے حروف کی تعداد قرآن حکیم میں تقریباً دو سو کے قریب ہے۔ مثلاً۔

(i) اَلحَرُّ :۔ حرارت، گرمی۔ (لاَ تَنفِرُوْفِی اَلحَرِّ) ۹/۸۱

(ii) اَلحُرُّ :۔ آزاد (اَلحُرُّ بِالحُرِّ) ۲/۱۷۸

۴) متر ادفات القرآن :۔علامہ موصوف قرآن حکیم میں مترادف کے قائل نہیں تھے۔
(لاترداف فی القرآن) کے مقولے کے حامی تھے۔آپ کا خیال تھا کہ قرآن حکیم کا کوئی لفظ بھی ایک جیسا مفہوم نہیں رکھتابلکہ اس میں کوئی نہ کوئی معمولی سافرق ضرور ہو تا ہے۔ مثلاً۔ قرآن حکیم میں انسان کے لئے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

(۱)بَشَرٌ (۲) اِنْسٌ (۳) اِنْسَانٌ

جہاں انسان کا ایک گوشت پوست کے مجموعہ کی حیثیت سے ذکر کیا گیاوہاں بَشَرٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسے (اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ)"میں کھنکتی مٹی سے بندہ پیدا کر رہاہوں"(فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا)"تووہ ایک پورا بشر بن کر اس عورت کے سامنے نمودار ہوا"۔

"اِنْسٌ" :کا لفظ صرف جن کے ساتھ اکٹھاآیاہے(اَلْجِنُّ وَالْاِنْسُ)

"اِنْسَانٌ" :۔کا لفظ معنوی انسان کے لئے استعمال ہوا ہے جو خلافت الٰہیہ اور اس کے ہر قسم کے حقوق و فرائض کا ذمہ دار ہے۔ نیز فطرت و جبلت اور شخصیت و خودی کی جو لان گاہ، نیکی و بدی کا حامل اور ان کے نتائج کا سزاوار ہے۔

اس کے علاوہ علامہ مرحوم نے قرآن حکیم کے متضاد کلمات،اشتقاقِ صغیر،اشتقاق کبیر اور الجموع والاوحاد کا تحقیقی انداز سے جائزہ لیا۔

علامہ فروغ احمد (مرحوم) کی شخصیت ایک بحرِ بیکراں کی طرح تھی۔ان کی علمی تحقیق کو کسی ایک مقالے میں تحریر کرنا بہت مشکل ہے۔اس لئے میں نے اس مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔مذکورہ بالا مقالے میں علامہ موصوف کی فکر کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ دوسرے حصے میں علامہ فروغ احمد کی قرآنی خدمات اور ان کے ادارے (ادارہ شرقیہ پاکستان) کی سرگرمیوں اور کارروائیوں کو پیش کیا جائے گا۔

آخر میں مجھے بڑے افسوس کے ساتھ یہ تحریر کرنا پڑ رہا ہے کہ میں اپنی کم علمی کی بنا پر علامہ موصوف کی بلند قرآنی فکر کو پوری طرح واضح کرنے سے قاصر رہی ہوں۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

☆☆☆